

بڑھانڈ کنول۔ غرض کہ ایک عالم بڑھتا تھا۔ طاقتوں اور بریکٹوں پر طرح طرح کے گلدستے چنے ہوئے تھے۔ سائبان میں چینی کے ناندوں میں پڑسیاؤ شاں اور دوسرے اقسام کے قرن نہری روپہلی پتوں کے لگائے ہوئے تھے۔ ایک طرف زمردی پالیوں کی پلنگڑی لگی ہوں تھی۔ پلنگڑی کے سامنے طلسمی دروازہ نصب کیا گیا تھا۔ اس طلسمی دروازے کی ساخت عجیب و غریب تھی۔ ایک محراب دار الماری کی قطع تھی۔ سر محراب پر نہایت ہی خوبصورت گول کلاک لگے ہوئے تھے۔ دروازے کے دونوں پرٹ ایک ڈال زمرد کے شیشے کے تھے۔ نہری کھٹکے لگے ہوئے تھے۔ محراب دار حصہ علیحدہ پٹوں سے کھلتا بند ہوتا تھا۔ اس کی ساخت مثل ایک صندوقچے کے تھی۔ اس میں ایک طلسمی قفل لگا تھا جسے عرف عام میں قفل انجم کہتے ہیں) اس قفل کا اسم شاہ صاحب نے نواب صاحب کو بتا دیا تھا۔ گھڑی کے الارم کار از بھی نواب صاحب کو معلوم تھا۔ کبھی کبھی یہ الارم خود بخود بجتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی بہت ہی خوش آہنگ گت بنتی تھی یہ ہر تان سے کسی کے آنے کی علامت تھی۔ نواب صاحب۔ محراب دار صندوقچے کو کھولتے تھے۔ اس میں سے یا خطا تھا۔ یا کوئی اور شے۔ مثلاً انگوٹیں۔ یا عطر دان۔ یا گوریوں۔ یا پردہ قاف کی شراب کی قلم وغیرہ وغیرہ۔

کمرے کے باہر کے کوٹھے کے صحن میں ایک بگلہ ڈالا گیا تھا۔ اس بگلے میں ایک مسند تخت بچھا ہوا تھا اُس کے درمیان میں ایک حوض کوئی سوا گز مربع میں کیوڑے گلاب سے بھر رہا تھا۔ یہاں نواب صاحب کو دو بارہ غسل کرنا ہوتا تھا۔ بگلے میں کھڑاؤں۔ تولیہ۔ تدریہ۔ آئینہ۔ کنگھی۔ عطر تیل۔ صابون۔ غرض کہ سب سامان غسل سے فارغ ہو کر پوشاک پہنے کا وہاں مہیا تھا۔ خاص پوشاک بھی یہیں رہتی تھی۔ نواب صاحب یہاں غسل کے بعد کپڑے بدل کے ٹھیک بارہ بجے کمرے میں داخل ہوتے تھے۔ طلسمی دروازے کی طرف منہ کر کے پلنگڑی پر بیٹھتے تھے۔ چند دقیقوں کے بعد الارم بجاتا تھا۔ نواب صاحب طلسمی صندوقچے کا قفل کھولتے تھے۔ اس وقت معمولاً ایک شیشہ شراب قاف کا ملتا تھا۔ اس کو ایک زمردی پیال میں جرعه جرعه کر کے نوش کرتے تھے۔ اور پھر عالم سرور میں اپنی جگہ پر بیٹھ کر چھوٹا کرتے تھے۔

طلسمی دروازے کی طرف سے ہارمونیم اور پیانو کے بجنے کی آواز آتی تھی۔ کبھی ایسا معلوم ہوتا تھا

جیسے کوئی ناکھ رہا ہے۔ گتھن۔ اور توڑے صاف سائی دیتے ہیں۔ کبھی کبھی ہری کا بھی دیدار میری جھانپتا تھا۔ ہری کا لباس دہانی یا بنز کچھہ تارے ٹکے ہوئے۔ ہنر و شنی میں ستاروں کا چمکنا عجیب بہار دیتا تھا کبھی کچھ شہرہ سا ہوتا تھا۔ جیسے وہی زہرہ شاکل جس کو ٹوٹے کھنڈر میں دیکھا تھا۔ لباس فخرہ سے آراستہ زردی کو اڑوں کی آڑ میں کھڑی مسکرا رہی ہے۔ دیدار کا دقیقہ دو تین دقیقوں سے زیادہ نہ ہوتا تھا۔ اس کے بعد وہ ہلا کی صورت پھر نظروں سے غائب ہو جاتی تھی۔ کبھی دوسرے کبھی تین مرتبہ کبھی صرف ایک ہی بار سامنا ہوتا تھا۔ ایسا بھی اتفاق ہوا ہے کہ نواب صاحب رات بھر ٹکلی باؤڑ بیٹھے رہے۔ اور ایک جھلک دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ جب کبھی ایسا ہوتا تھا نواب صاحب وہ روپوشی بیان کر کے تسکین دل کر دیتے تھے۔

شاہ صاحب۔ وہ تو آپ پر جان دیتی ہے اُس کا جی تو یہ چاہتا ہے کہ دن رات آپ کی صورت دیکھ کرے۔ مگر کیا کرے برائے بس میں ہے۔ والدین قید سخت اُس پر طرہ گھنٹام جوگی کی شرارت سے اور بھی ناک میں دم ہے۔ کجنت دیو لاگری کی چوٹی پر سر راہ اُس کی نشست کا مقام ہے راستہ روکے بیٹھا رہتا ہے اُسی طرف سے آمد رفت ٹھہری۔

نواب۔ یہ گھنٹام جوگی کون ہے۔

شاہ صاحب۔ ظالم بلائے بد ہے۔ بحر میں اپنا نظیر نہیں رکھتا بہالہ پھاڑ کی ایک چوٹی بہت ہی بلند ہے۔ وہاں اُس کا استھان ہے۔ جو ہری ادھر سے نکلتی ہے اس کو روکنا تو کتا رہتا ہے۔

نواب۔ پھر آپ اُس مردود کا کیونکہ بند و بست نہیں کرتے۔

شاہ صاحب۔ تم ہاں۔ آپ سے پہلے مجھے اس کا خیال ہے۔ مگر اُس کی تدبیر آپ ہی پر موقوف ہے۔

نواب۔ پھر جیسا ارشاد ہو وہ کیا ہوئے۔

شاہ صاحب۔ کچھ دنوں دشت غربت کی میری ہے۔

نواب۔ میں ہر طرح موجود ہوں جب ارشاد ہو۔

شاہ صاحب۔ ہاں ابھی اُس کا وقت نہیں آیا۔ میں آپ سے خود ہی عرض کر دوں گا۔ مگر اے اے

کہ وقت ہر آپ نکل جائیں۔

نواب۔ لا حول ولا قوۃ۔ یہ آپ کے ارشاد کرنے کی بات ہے۔

خلیفہ جی۔ (شاہ صاحب سے) اس سے آپ مطمئن رہیں جس وقت کہنے لگا آپ کے ساتھ ہو جائیں گے

شاہ صاحب۔ اور ہاں خوب یاد آیا۔ آپ کی والدہ صاحبہ میں نے سنا ہے مرشد آباد تشریف لے

جانے وال ہیں۔

نواب۔ جی ہاں دس بارہ دن میں جائیں گی۔

شاہ صاحب۔ وہاں کہیں آپ کی نسبت ٹھہری ہے۔

نواب۔ مجھے معلوم نہیں۔

خلیفہ جی۔ جی ہاں۔ ایسا ہی کچھ سنا گیا ہے۔

شاہ صاحب۔ اور یہ نسبت کا تقرر کہاں ہے۔

خلیفہ جی۔ نواب صاحب کے ماموں کی لڑکی ہے۔ ماموں صاحب آپ کے بڑے امیر کبیر ہیں۔ کچھ دنوں

کی جائیداد ہے۔ اور ان کی ایک اکلوتی لڑکی ہے بچپن سے آپ کے ساتھ منگنی ہوئی ہے۔ بیکم صاحب سے کچھ بگاڑ

تھا مگر آپ کے والد کی وفات کی تعزیت کے لئے وہ خود یہاں تشریف لائے تھے جب سے سفاکی ہو گئی ہے

اب انھوں نے خود شادی کا تقاضا کیا ہے۔

اس بات کو سن کے شاہ صاحب بہت ہی چلین مڑ جبین ہوئے۔

شاہ صاحب۔ تو پھر مجھے معاف کیجئے۔ آپ نے ہز قبا سے مفت مجھے شرمندہ کیا۔

نواب۔ والدہ کہا کریں۔ میں تو شادی نہ کروں گا۔

شاہ صاحب۔ دیکھئے اس بات سے نہ پھر جھپٹے گا۔ ورنہ غضب ہو جائے گا۔

نواب۔ میں نے تو آپ سے عرض کر دیا۔ دنیا پھر جائے میں نہ پھروں گا۔

خلیفہ۔ نواب کی طرف سے خاطر جمع رہے۔ اس سبب میں ماشار اللہ بڑے مستقل مزاج ہیں جو وعدہ

کریں گے وہی ہوگا۔

شاہ صاحب۔ اور اگر نہ ہوں تو کس کا نقصان ہوگا۔

خلیفہ۔ یہ بھی صحیح ہے۔

شاہ صاحب۔ ہر قبائے ہکا بڑے میں سراسر نقصان ہے۔ اول تو دولت لازوال جو آپ ملنے وال ہے نہ

ملے گی۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ دشمنوں کی جان پر خدا جانے کیا بن جائے۔

خلیفہ جی۔ بجا ارشاد ہوتا ہے مگر حضور ابھی تک تو انتظار ہی انتظار ہے۔ صرف زمر دی پردے

کی آڑ سے دید و دیدار ہو جاتی ہے۔ کوئی صورت ایسی نکلتی کہ مواصلت دائمی کا طریقہ ہو جاتا۔

شاہ صاحب۔ اس قدر عجبت ا۔

اسئل۔ اسئل۔ الاجل۔ الاجل۔ الساعۃ۔ الساعۃ ا

چند کلمات اس لب و لہجے میں شاہ صاحب نے ادا کئے کہ نواب صاحب اور خلیفہ جی دونوں گھبرا گئے خود

شاہ صاحب کے چہرے پر آثار تشویش کے پائے جاتے تھے۔ بڑی دیر تک زور زور سے کچھ بڑبھاکے

تھوڑی دیر کے بعد مسکرا کے۔ ہا۔ مردود ہا۔

نواب صاحب۔ خیر تو ہے۔

شاہ صاحب۔ جی خیریت ہے۔ وہی کمبخت گھنہام حاد و گریگ کمبخت مفل کی حقیقت کیا۔ آخر مان

گیا وہ بھی۔

خلیفہ جی۔ مناسب ہو تو کچھ مفصل ارشاد کیجئے۔

شاہ صاحب۔ اس وقت ہر قبائے با شا سے تازے انگور اور سیب ٹوٹ کے آئے تھے۔ محبت بری

ہمات ہے۔ حکم دیا۔ پہلے ڈال نواب کے لئے۔ جادو۔ وہ لے رہا تھا۔ راستہ میں گھنہام نے روکیا

دونوں میں دیر سے بھگڑا ہوا ہوا تھا۔ وہ کہتا تھا۔ میں لے لوں گا۔ جن کہتا تھا میں نہ دوں گا۔ میں

آپ سے باتوں میں مصروف تھا۔ وہ دیر سے چپ رہا تھا۔ اتفاق سے میرے کانوں میں آواز پر لگئی

میں بے اسے دانٹا۔ آخر مردود رہ گیا۔

خلیفہ جی۔ مگر حضور۔ یہ روز روز کا بھگڑا ہوا۔ اس کا انجام کیا ہوگا۔

شاہ صاحب۔ انشاء اللہ انجام بخیر ہو گا چند روز کے لئے بچہ کو پہاڑ پر جانا ہو گا۔ مگر مجھے ایک تنویش ہے کہ قلعہ پاکے مردوں کو کہیں نواب کو کچھ ایذا نہ پہونچا ہے۔

خلیفہ جی۔ حضور حصار کھینچ دیں گے تو کچھ بھی نہ کر سکے گا۔

شاہ صاحب۔ ہاں یہ سچ ہے۔ میرے حصار کی مدد بارہ سو کوس کے گردے میں ہے۔ مرشد نے اسی قدر بچہ کو بخشا ہے۔

خلیفہ جی۔ حضور یہ کیا کم ہے۔ لوگ تو گز دو گز کا حصار کھینچتے ہیں۔

شاہ صاحب۔ مرشد کے کرم سے جہاں میں ہوں وہاں سے بارہ سو کوس کے ارد گرد کوئی سحر اور کوئی جادو اور کوئی بلیات اور کوئی خبیثت اور کوئی بھوت پلٹ قسم کی کوئی چیز۔ غرض کہ کسی کا کوئی بس نہیں چل سکتا۔ مگر خوف یہ ہے کہ اگر کسی دن میں دور چلا گیا اور نواب اس حصار سے باہر ہو گئے تو کج بخت ابنی کر گذرے گا۔

خلیفہ جی۔ ہاں میں یہ نہ سمجھتا تھا۔

نواب۔ پھر میں آپ کے ہمراہ رہوں گا۔

شاہ صاحب۔ از میں چہ بھر۔ مگر ابھی اس کا موقع نہیں آیا ہے جب مناسب ہو گا۔ میں آپ سے کہوں

گا اور ایک مثل مشہور ہے۔ بسا سفر باید تا پختہ شود خامے۔ نواب صاحب معاف کیجئے گا۔ فقیر کے ساتھ ایک سفر کر لیجئے امید کہ نفع سے خالی نہ ہو گا۔

خلیفہ جی۔ بلا شک زمانے بھر کا تجربہ ہو جائے گا مگر حضور سے ایک التجا میری بھی ہے کہ اس سفر میں میں بھی ہمراہ رہنا چاہتا ہوں۔

شاہ صاحب۔ کیا مضائقہ۔ مگر ایک بات ہے بُرا نہ مانئے گا۔ خاص خاص موقعوں پر آپ کو نہ لیجاؤں گا

خلیفہ جی۔ میں ہر صورت سے تابع فرمان ہوں جو حکم ہو گا اس سے سرمو تفاوت نہ ہو گا۔

شاہ صاحب۔ آپ کی سعادت مندی سے یہی توقع ہے۔ اچھا اب جائیے ہرستان کا میوہ آپ کو

کرے میں ملے گا۔ خلیفہ جی کو اجازت ہے۔ آپ کے اور ان کے سوا اور کوئی نہ کھائے۔

نواب۔ اگر حکم ہو تو حضور کے لئے تھوڑا سا بھیج دو یا بلائے۔
شاہ صاحب۔ فقیر سوائے نان جو میں اور تنگ کے کچھ نہیں کھاتا۔ اہل و عیال رکھتا نہیں پھر کچھ بھیج
کے کیا کیجئے گا۔

اج محلہ میں خوب گھما گھما رہا ہے۔ بیگم صاحب بہت خوش ہیں۔ مہولی نوکروں چاکروں کے علاوہ
کچھ لوگ باہر سے آئے ہوئے ہیں۔ تین عورتیں محل میں ہیں۔ اور دو مرد باہر۔ میاں کریم خاں کے
پاس یہ پانچ آدمی مہانوں کے طریقے پر ہیں۔

عورتوں میں سے ایک بہت سن رسیدہ۔ دوسری ادھیڑ اور تیسری جوان ہے۔ سن رسیدہ عورت
سے بیگم بہت ہی خلا ملا کے ساتھ باتیں کرتی ہیں۔

بیگم۔ ماشاء اللہ سے اب میرے چھٹن کا سن کوئی سترہ برس سے کچھ اوپر ہے۔
وہ عورت۔ صاحبزادی کی بھی چھ و صوبہ سال کی لگتا ہے اب کی ماہِ رجب میں لگائی گئی ہے۔
بیگم۔ ہاں وہی تین برس کا چھٹا پا بڑا ہے چھٹن ماشاء اللہ تیسرا بھر کے چھٹے میں تھا
جب یہ پیدا ہوئی ہے۔

مغلانی۔ میری آنکھوں میں خاک اپور اچوڑ ہے۔

چٹھی نویس۔ اس میں کیا شک ہے۔

بیگم۔ (سن رسیدہ عورت سے) اچھا تو بھائی کی جو مرضی ہو۔ نواب کی مرضی تو ہو جائے۔
چٹھی نویس۔ جی ہاں اور تو کچھ ہو بھی نہیں سکتا۔ یہی تو مجبوری ہے۔

بی مغلانی۔ دوسری شکل یہ ہے کہ چھوٹے نواب کا اٹھارہ صوبہ سال شروع ہو جائے گا۔
بیگم۔ ہاں اے لو۔ ٹھیک کہا۔ اس کا بچے خیال ہی نہ تھا۔

بڑی اتنا۔ (وہ سن رسیدہ عورت بیگم کی بہانہ کی اتنا ہے۔) بیگم اس میں بہت دیر ہوگی۔

بیگم۔ تو پھر کیا کروں۔

مڈی اتنا۔ نکاح کر دیجئے۔ بیاہ جب جی چاہے کیجئے گا۔ چھوٹے نواب کو پائے بند تو کر دیجئے آپ کے بھائی صاحب کو یہاں کا سب حال معلوم ہے۔ نہیں معلوم کون ہے جو سب حال خط میں لکھ بھیجتا ہے۔ اس لئے تو انھوں نے جلدی کر کے مجھے بھیجا ہے۔

بیگم۔ ہاں بھیا جو مجھے ہوئے ہیں وہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ مگر کیا کروں یہ بھی تو مشکل ہے کہ باپ کی مرضی نہیں ہوئی اور بیٹے کی شادی رچائی جائے۔ دنیا کیا کہے گی۔

بڑی اتنا۔ دنیا کچھ بھی نہ کہے گی۔ اور کہے بھی تو ناحق ناحق دنیا کے کہے سے کچھ نہ ہوگا۔ دیر کرنے سے بات بگڑی جاتی ہے۔ لڑکا ہاتھ سے نکل جائے گا۔ لکھنؤ کی محبت خراب ہے۔ کورٹ کھیلے بھی نہ پائے گا کہ سب روپیہ اوپر اڑ جائے گا۔ آپ کو ترک نہ ہوگی۔

بیگم۔ سچ کہتی ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں میں ایسے ہی آثار دیکھتی ہوں۔ مگر مجھے کچھ نہیں بن بڑا نا اچھا ٹھہرو۔ کئی تک جواب دوں گی۔ یہ باتیں گرسٹیکلار کو حکم دیا کہ داروغہ صاحب اور دیوانہ آج تیسرے پیر کو ڈیوڑھی بڑھائیں ہوں۔ مجھے کچھ باتیں کرنا ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ جلسہ برخواست ہوا۔ وہ تینوں مہمان خود تیس اپنے اپنے ٹھکانے پر جو اُن کے لئے تجویز کیا گیا تھا چلی گئیں۔

اب بیگم صاحبہ کا خاص جلسہ ہے۔ خود بیگم ہیں۔ چھٹی ٹویس ہیں۔ اور ایک اور پیش خدمت قدیم خاندان ہے چھوٹے نواب کی اتا ہیں۔

بیگم۔ سنتی ہو اتاجی۔ اب دیکھو تو ادھر سے تقاضے ہر تقاضے ہو رہے ہیں۔ یہاں کوئی سامان ہی نہیں چھٹن کی حرکتوں کی خبر بڑے بھتیسا تک پہنچ گئی۔

بی سٹانی۔ خبر کرنے والے بھی خوب ہیں کہ مرشد آباد خاں کھنچتے ہیں۔ آخر ان موؤں کو کیا فائدہ ہے اتاجی۔ اب خدا جانے کیا کیا لکھ بھیجا ہے۔ جب تو انھوں نے گھبرا کے ان لوگوں کو روانہ کیا ہے جو راہ روپیہ یہاں کا ہے۔ اب یہ سب آنکھوں سے دیکھ جائیں گے۔ دیکھ کر کیا ہوتا ہے۔ بڑا غضب ہوا

چھٹی نویس۔ آخر ہوا ہی کیا تھا جس کی خبریں پہونچائی جاتی ہیں یہاں تو بات کا بتنگڑ بن جاتا ہے وہ کون رئیس زادہ ایسا ہے جو اپنے زمانے میں شوقین نہیں کرتا۔
 بیگم۔ اور رئیس زادے کرتے ہوں گے ہمارے گھرانے میں ابھی تک کسی نے کچھ نہیں کیا تھا۔ رنڈیاں
 نوکر رہیں۔ مگر یہ شہد ہیں کبھی نہیں ہوئے۔ نشتر پانی کا ذکر ہمارے یہاں کبھی نہ تھا۔ بڑے بھیا خدا
 رکھے مولوی ہیں۔

اتاجی۔ اوہی نوج۔ بڑے نواب کی زبانی ہم نے ان باتوں کا ذکر ہی نہیں سنا۔ خدا جانے
 ان صاحبزادے کو کیا ہوا ہے۔ یہ موئے نئے مئے آدمی جو گھس بڑے ہیں ان کی ساری حرکتیں ہیں
 چھٹی نویس۔ میں تو سنتی ہوں چھوٹے نواب نے سب باتیں چھوڑ دیں۔ کوئی شاہ صاحب ہی
 ان کے شاگرد ہوئے ہیں۔ کوئی اسم بڑھتے ہیں۔ خورشید کو بھی برطرف کر دیا۔
 بیگم۔ میں بھی سنتی ہوں۔ خورشید کو برطرف کر دیا۔

چھٹی نویس۔ ہاں ان دنوں میں صحبت کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ جب سے چھوٹے میر صاحب آنے
 لگے ہیں۔ انھوں نے ایسے ویسے لوگوں کو نکال دیا۔ خورشید کو بھی انھوں نے نکلوا دیا۔
 مغلانی۔ مولیٰ رنڈیوں کا بھی کچھ ٹھیک نہیں سنا ہے کاظم علی سے لگا سکا کر لیا۔
 بیگم۔ یہ غلط ہے۔ یہ سب لوگوں کی بنائی ہوئی بات ہے۔ کاظم علی کو میں خوب جانتی ہوں۔ وہ
 اس طرح کا لڑکا نہیں ہے۔

چھٹی نویس۔ حضور جو فرماتی ہیں وہ صحیح ہے۔ مگر میں سنتی ہوں لوگوں نے انکھ سے دیکھ لیا۔
 مغلانی۔ میں نے بھی سنا ہے۔

بیگم۔ سب غلط۔ مجھے ہرگز یقین ہی نہیں۔

اتاجی۔ بیشک غلط ہے۔

چھٹی نویس۔ حضور سے تو میری مجال نہیں جو کچھ کہوں۔ مگر اتاجی صاحب آپ کو کیونکر صدق ہو گیا
 اتاجی۔ ہم اس کو بچنے سے جانتے ہیں۔ ہمارے محلے کا لڑکا ہے۔ میرے گھر دیوار بچ مکان ہے

ایک میں گھر گئی تھی جو بات اصل تھی۔ سب اپنے کانوں سے سن آئی ہوں۔

مغلانی۔ تم نے تو کانوں سے سنا لوگوں نے آنکھ سے دیکھا۔

بیگم۔ بی مغلانی اس بات میں تکرار نہ کرو۔ یہ لوگ ہمارے بچے ہوئے ہیں ان سے ایسی خطا نہیں ہو سکتی۔ خدا کو دیکھا نہیں عقل سے پہچانا۔ کاظم علی کاجال چلن میں خوب جانتی ہوں یہ سب لوگوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں مجھے سب معلوم ہیں۔

چٹھی نویس۔ (مغلانی سے) اوہی خالہ تھیں کیا ہو گیا ہے۔ بس جو حضور کہتی ہیں۔ وہی درست ہے ہم لوگ دودن کے آئے ہوئے ہم کو کیا معلوم۔ اچھا ہوا اسی بہانے سے موٹی رنڈی نکل گئی۔ چھوٹے نواب اُس کے بہت ہی گرویدہ تھے۔ عجیب کیا ہے۔ بھیا نے اسی بہانے سے اُس کو نواب کی نظروں سے گرا کے نکلوا دیا۔

بیگم۔ ایک رنڈی چھوٹ گئی تو کیا ہوا۔ چھوٹے نواب کے پیچھے اور سیکڑوں بلائیں لگی ہوئی ہیں۔ اُس کا کیا علاج۔

انا جی۔ بچے کی جان و مال کا خدا ہی حافظ ہے۔ اب تاجلوں کے پھندے میں پڑے ہیں۔ بیگم آپ خراب ہوں گے۔ بھیو کیا۔ مگر یہ امتا کجست نہیں مانگی۔ دل جلتا ہے۔ اب تو انھوں نے گھر کا آنا جانا بھی موقوف کر دیا۔

انا جی۔ آج اکٹھواں دن ہے۔ ماں کے سلام تک کو نہیں آئے۔

بیگم۔ وہ نہ آئیں جیتے رہیں۔ سلامت رہیں۔ مجھے اس کی پروا نہیں۔ اب یہ علاج کر دو جو لوگ مرشد آباد سے آئے ہیں ان کو کیا جواب دیا جائے۔

انا جی۔ جواب کیا دیا جائے۔ میں تو جانتی ہوں نکاح کر دینا چاہئے۔

بیگم۔ میرے نزدیک بھی مصلحت یہی ہے۔

چٹھی نویس۔ حضور کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ باپ کی برسی نہیں ہوئی۔ اور بیٹے کا نکاح ہو۔

مغلانی۔ نا صاحب۔ برسی کے اندر یہ کچھ نہیں ہو سکتا۔

اناجی۔ اے بن بیٹھو۔ لڑکا ہاتھ سے نکل جائے گا۔ کوئی خوشی سے نکاح کیا جاتا ہے۔ یہ بھی ایک
ادرجہوری ہے۔

بیگم۔ ہاں۔ ہاں یہی میں بھی سوچتی ہوں۔ لہذا آج داروغہ صاحب اور دیوانچی صاحب کو بلایا
ہے۔ دیکھئے ان کی صلاح ہے۔

مغلانی۔ چھوٹے نواب کا تو عندیہ لیا جائے دیکھئے وہ کیا کہتے ہیں۔

چٹھی نویس۔ وہ کیا کہیں گے۔ خدا رکھے ہمارے حضور کو اختیار ہے۔ جو چاہیں کریں یہ مالک ہیں۔

اناجی۔ میں نے ایک دن پوچھا تھا۔ وہ تو انکار کرتے ہیں۔

بیگم۔ مجھے بھی یہی لکھکا ہے۔ اگر لوگ نے کہیں انکار کر دیا۔ تو سب بات بنی بگڑ جائے گی۔

مغلانی۔ میں تو جانتی ہوں انکار نہ کریں گے۔

بیگم۔ میں کہتی ہوں۔ ضرور انکار کریں گے۔

اناجی۔ میرا کبھی یہی خیال ہے۔

بیگم۔ اچھا تو پھر خرابی کے ٹھہرن ہیں۔ یہ آخری تدبیر ہے۔

شام کو داروغہ صاحب اور دیوانچی پس پردہ طلب ہوئے۔ تخلیہ ہو گیا۔ مگر جن لوگوں کو پرارے
بھید سننے کا شوق ہوتا ہے۔ یا جن کا اُن بھیدوں کے معلوم ہونے میں کچھ نفع ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی
طرح سُن ہی لیتے ہیں۔ مثلاً اسی واقعے نے چٹھی نویس اور مغلانی کو تعلق خاطر تھا۔ اس وجہ سے جب
بیگم صاحب اپنے دو قدیم لازموں سے بات چیت کر رہی تھیں۔ ایک قریب کے کمرے کے دروازے سے
لگی ہوئی وہ دونوں عورتیں حرف بحرف سُن رہی تھیں۔ اور اس کی تار برقی باہر لگی ہوئی تھی۔
بیگم صاحب۔ کہئے اس معاملے میں آپ کی کیا رائے ہے۔
داروغہ صاحب۔ ہم لوگ تابع فرمان ہیں جو حکم ہو۔

دیوان جی۔ مرضی مولا۔ از بہرہ اولیٰ۔

بیگم۔ ہاں میری یہ رائے ہے کہ چھوٹے نواب کو کسی نہ کسی طرح پھنسا دینا چاہئے۔

داروغہ۔ انصاف ہے۔

دیوان جی۔ از میں چاہتا ہوں۔

بیگم۔ دیکھئے داروغہ صاحب اور دیوان جی صاحب آپ بھی سنئے۔ چھوٹے نواب کے آثار اچھے نہیں

ہیں۔ میں کہتی ہوں۔ اگر شادی ہوگئی تو کچھ نہ کچھ بوجھ ضرور پڑے گا۔

داروغہ صاحب۔ جی ہاں۔ مگر دیکھئے۔

دیوان جی۔ کیوں؟

بیگم۔ داروغہ صاحب۔ یہ آپ نے مایوسی کا کلمہ کیوں کہا۔

داروغہ۔ حضور ہمارے مالک ہیں۔ اور چھوٹے نواب بھی مالک ہیں۔ ہم لوگ قدیم نمک خوار

ہیں۔ مگر اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس سرکار کے راہزنے بالکل بدلے ہوئے ہیں۔ خدا آپ کو صد

سال سلامت رکھے۔ ہم لوگوں کو آپ ہی کے دم کا سہارا ہے۔ ورنہ.....

دیوان جی۔ بس بس۔ آگے ناگفتہ بہ ہے۔

بیگم۔ میں خوب سمجھتی ہوں۔ جو آپ لوگوں کی زبان پر نہیں آتا۔ وہ میرے دل میں ہے واقعی یہ سرکار

نواب (مرحوم) کے دم تک تھی۔ صاحبزادے سے یہ امید نہیں کہ وہ باپ کے قائم مقام ہو کے بیٹھیں گے

لیاقت پیدا کریں گے۔ چار امیر رئیسوں سے ملیں گے۔ یہ گھرا بچھے خود ملتا نظر آتا ہے۔

داروغہ۔ خدا نہ کرے۔

دیوان جی۔ خدا نکرے۔ ہر دو گوش شیطان کر بادا۔

بیگم۔ یہ تو میں خود کہتی ہوں۔ جو آپ لوگ کہتے ہیں۔ (خدا نہ کرے) مگر خدا کو دیکھا نہیں عقل

سے پہچانا آثار برے ہی برے نظر آتے ہیں۔

داروغہ۔ صاف صاف یہ ہے کہ حسب ظاہر کوئی صورت یہودی کی نظر نہیں آتی۔

بیگم۔ اچھا اب اس شادی کے باب میں لوگ یہ کہتے ہیں کہ چھوٹے نواب کی مرضی لینا چاہیے۔
 دیوان جی۔ اُن کی مرضی یعنی چہ۔ درمختص خصوص حضور کو خدا کے فضل سے اختیار فقیر و نظیر حاصل ہے
 حضور اُن کے گوشت و پوست کی مالک ہیں۔
 داروغہ۔ ہاں مرضی تو لے لینا چاہیے۔
 دیوان جی۔ چہ خوش چہ انباشد۔ اُن کی مرضی کیا ہماری حضور کو اختیار ہے۔
 داروغہ۔ آپ نہیں سمجھتے۔ دیوان جی۔ یہ ہم لوگوں کی شادی بیاہ کی رسمیں آپ لوگوں سے علوٰہ
 دیوان جی۔ اتنا میں بھی خوب جانتا ہوں۔ کیا معنی کہ اہل اسلام میں کون سی تقریبات ایسے ہیں
 کہ بندہ جن پر من جمیع الوجوہ مطلع نہیں ہے مرضی لینا حیلہ شرعی ہے۔ شادی بیاہ۔ خواہ بیٹی والے ہوں۔
 خواہ بیٹے والے ماں باپ کی مرضی پر موقوف ہے۔
 داروغہ۔ مگر وہ حیلہ شرعی بھی تو قیامت کا ہے۔ اگر کہیں لڑکے نے انکار کر دیا تو کچھ نہیں ہو سکتا۔
 دیوان جی۔ اول تو انکار نہ ہو گا اس لئے کہ شادی خانہ آبادی اس سے بچے سے بوڑھے تک سب
 خوش ہوئے ہیں۔ اور اکثر مافی السماں ہوا بھی۔ تو ہم لوگ قرار واقعی فہمائش کریں گے۔
 بیگم۔ میں نے مانا کہ انکار نہ کریں گے۔ مگر ایک دوسری بات اور بھی ہے وہ بھی تو سن لو۔ اور مجھے
 صلاح بتاؤ کہ کیا کرنا چاہیے۔
 داروغہ۔ وہ ارشاد ہو۔

دیوان جی۔ حضور ارشاد فرمائیں۔ ہم گوشتیم تا چہ فرمایند۔
 بیگم۔ بڑے بھتیجا کہتے ہیں کہ کل جائد ادلہا کے مہر میں لکھ دینا چاہیے۔
 داروغہ۔ ہاں یہ دقیق معاملہ ہے۔ اول تو چھوٹے نواب راضی نہ ہوں گے۔ اور اگر ہوں بھی تو
 ہم لوگ اس کو جائز نہیں رکھتے کہ شوہر کو بالکل زوجہ کے اختیار میں دیدیں۔
 دیوان جی۔ بیشک۔ سراسر خلاف مصلحت ہے مگر حضور کی مرضی کیا ہے۔
 داروغہ۔ جب مجھ سے حضور نے خود ہی رائے طلب کی ہے تو جو کچھ میری رائے تھی وہ میں نے عرض

کردی۔ آئندہ اختیار بدست مختار۔

بیگم۔ داروغہ صاحب یہ تو آپ نے ٹھیک کہا کہ مرد کو بالکل عورت کے اختیار میں دیدینا ٹھیک نہیں۔
مگر کل جائیداد مہاجنوں کے قرضوں میں چلی جائے اس سے تو اچھا ہے کہ بیوی کے قبضے میں رہے۔
دیوان جی۔ اس نظر سے تو بالکل مصلحت ہے۔ مگر کل جائیداد منتقل کر دی جائے۔ اگرچہ منتقل الیہما
کچھ اس جائیداد کی محتاج نہیں۔ اس لئے کہ حضور کے بھائی صاحب خود امیر تھے۔ لاکھ دو لاکھ اُن
کے نزدیک ایک جز معاملہ ہے۔

بیگم۔ خدا رکھے میرا بھائی۔ کروڑ پتی ہے۔

دیوان جی۔ خدا زیا دہ کرے۔ یہی بات ہے۔

داروغہ۔ یہ سب کچھ سہی۔ مگر میں اپنی رائے پر قائم ہوں۔ آئندہ جو بیگم صاحب کی مرضی۔

بیگم۔ میں کہتی ہوں۔ داروغہ صاحب آپ اس معاملے پر غور تو کیجئے۔

داروغہ۔ اچھا پھر میری رائے کیا۔ اور میں کیا۔ استخارے پر نہا کیجئے۔

دیوان جی۔ خدا نخواستہ اگر استخارہ منع آیا۔ تو یہ سب جائیداد مفت فورے مہاجن لیں گے۔

لہذا میری یہ رائے ہے کہ استخارہ مطلق نہ ہو۔ بلکہ معلق ہو۔

داروغہ۔ میں دیوان جی کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔ اول تو میں کیا۔ اور میری رائے کیا۔

بیگم۔ نہیں آپ کی رائے کیوں نہیں۔ یہ بھی کوئی بات ہے۔ چھوٹے نواب کا اب ہے کون قدیم

نوکر بجائے بزرگوں کے ہوتے ہیں۔ اس بات پر داروغہ صاحب اور دیوان جی دونوں آپ دیدہ

ہو گئے۔ اور دونوں نے متفق اللفظ عرض کیا۔

دیوان جی اور داروغہ۔ حضور خدا ہی عالم ہے ہم لوگوں کو چھوٹے نواب کا کس قدر خیال

ہے مگر شیطانوں سے بس نہیں چل سکتا۔ خدا چھوٹے نواب کے جان و مال و آبرو کی حفاظت کرے۔

جعلیوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔

دیوان جی۔ سنا ہے کوئی شاہ صاحب ہیں ان کے مرید ہوئے ہیں۔ انھوں نے کوئی اسم بتایا ہے

وہ ہڑتے ہیں۔

داروغہ۔ خیر مرید تو نہیں ہوئے ہیں (پیری مریدی ہم لوگوں میں نہیں ہوتی) مگر اُس کے جیل میں پھنس گئے ہیں۔ اور وہ شاہ صاحب کون ہیں۔ اُن کو بھی جانتے ہو۔

دیوان جی۔ کون ہیں۔ میں نہیں جانتا۔ مگر شاہ صاحب کرامت ہیں۔

داروغہ۔ اہم باہمی ہیں۔ کرامت علی شاہ نام رکھا ہے۔ وہ تمہارے محلے میں فدا حسین فدا حسین نامے ایک صاحب رہتے تھے۔ اُن کو جانتے ہو۔

دیوان جی۔ ہاں ہاں کہئے۔ میں خوب واقف ہوں۔ بلکہ اُن کی ہفتاد و پست سے آگاہی ہے وہی ناہن کی کنکوے کی دوکان تھی چو پٹیا پر۔

داروغہ۔ ہاں ہاں وہی ہے اُن کا لڑکا ہے وہ جو کنگے محل کی لونڈی سے تھا۔
دیوان جی۔ کرامت۔

داروغہ۔ جی ہاں۔ وہی یہ کرامت علی شاہ صاحب ہیں۔

دیوان جی۔ آہا تو یہ کرامت علی شاہ صاحب وہی ہیں بیچت لگن کے لڑکے میاں کرامت۔

داروغہ۔ جی ہاں خدا کی قدرت ہے۔ ابھی چار دن کا ذکر ہے میرے پاس چار آنے مہینہ اور گھائے پر نوکر تھا۔

بیگم۔ داروغہ صاحب کیوں۔ یہ مولا کرامت وہی ہے نا جو اُن دفوں آپ کے گھر سے تانبے کے برتن لے کے بھاگ گیا تھا۔

داروغہ۔ حضور وہی۔ حضور کو خوب یاد رہا۔

بیگم۔ جی ہاں یاد کو کیا ہوا۔ ابھی دو دن کی بات ہے۔ جب نواب شکار پر گئے۔ آپ بھی ہمراہ گئے تھے

داروغہ۔ حضور ہاں اُسی زمانے کا ذکر ہے۔

بیگم۔ پھر آپ نے مورے کو قید نہ کر دیا۔

داروغہ۔ حضور کی عرض کروں۔ میاں فدا حسین ہاتھ جوڑنے لگے۔ چت لگن اُس کی ماں قدموں پر

گڑبڑی۔ محلہ کا واسطہ تھا میں نے دعویٰ نہیں کیا۔

دیوان جی۔ گردہ تو سزا یافتہ ہے؟

داروغہ۔ ایک دفعہ تین مرتبہ سزا پائی۔ اخیر مرتبہ بارہ برس کے بعد کالے پانی سے جھوٹ کے آیا ہے۔ وہاں سے آتے ہی اس نے یہ فتور پھیلانے۔ شاہ صاحب بن بیٹھا۔ خبیث انجس۔ مردود ازل فقرانی جامہ میں یہ حرکات ناشائستہ اس سے سرزد ہوتے ہیں۔ دیکھئے دارین میں روسیہ ہو گا۔ بلکہ دنیا و مافیہا میں بھی بہبود نہ ہوگی۔ گریہ تو۔ جاہل۔ ناخواندے کندن ناتراش بہت سے مستحق ہو گئے۔ داروغہ۔ مستقروں کی کچھ نہ پوچھئے۔ صبح کو دربار لگتا ہے۔ خلقت بے پیر یاد ہسان ہے۔ بیگم۔ اُن لوگوں سے کوئی نہیں کہہ دیتا کہ یہ مواچور اٹھائی گیرا ہے۔ اس کو آتا ہی کیا ہو گا۔ یہ

لوگ کیوں مرید ہوتے ہیں۔

داروغہ۔ حضور بجا ارشاد کرتی ہیں۔ گردہ اپنے فن میں یکتا ہے۔

بیگم۔ کس فن میں؟

داروغہ۔ جلسازی۔

دیوان جی۔ چھ علم چھتیس فن گوش زد ہوئے تھے یہ سینتیسواں فن جلسازی آج داروغہ صاحب

سے معلوم ہوا۔

داروغہ۔ دیوان جی صاحب آپ اگلے وقتوں کے آدمی ہیں۔ آپ کو کیا معلوم۔ جلسازی بہت بڑا

فن ہے۔ فن کیسا اب تو علم کے مرتبے کو پہنچ گیا ہے۔

بیگم۔ اچھا۔ اب میری نماز کا وقت آگیا۔ میں تو جاتی ہوں۔ آپ لوگوں کا عند یہ مجھ کو معلوم ہو گیا

ان لوگوں کو جو مرشد آباد سے آئے ہیں۔ بطور خود جواب دیدوں گی۔ بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ میں خود چند

روز کے لئے مرشد آباد چلی جاؤں۔ وہاں جل کے بھیا سے صلاح مشورہ کر کے جو کچھ بن پڑے گا کروں گی۔

دیوان جی اور داروغہ۔ حضور یہ بہت ہی مناسب ہے۔ حضور خود ہی تشریف لے جائیں۔

بیگم۔ ہاں پھر کیا کیا جائے۔ بغیر اس کے کچھ بن نہیں پڑتی۔ اچھا توکل ماسٹر سے ایک تار لکھوا کے

دیدو۔ میں پرسوں شام کی ریل میں روانہ ہو جاؤ گی۔

داروغہ۔ بہت خوب۔

بیگم صاحب کے اٹھ جانے کے بعد داروغہ اور دیوان جی میں دیر تک باتیں ہوا کیں۔

دل ناشاد بہت شاد ہوا
لو مبارک ہو گھر آباد ہوا
ظلم کی باغیہ مبارک ہو
زودہ ثانیہ مبارک ہو
یہ سب یاروں کی دلی تھی
کھانسی بھی گئی حکم جی بھی

مہری۔ حکم صاحب مبارک ہو۔ یہ کاغذ لیجئے۔ اسٹا سب پر لکھوا کے رجسٹری کرادیجئے۔ نکاح کر لیجئے
حکم صاحب۔ مگر نکاح کی شرطوں کو تو دیکھو۔ ہر طرح سے بیگم صاحب نے مجھے ہی کو پابند کیا ہے
مہری۔ کیسی بے وقوفی کی باتیں کرتے ہو۔ تم کو ہر طرح سے پابند کیا ہے۔ اور وہ تمہاری پابند ہوتی
ہیں۔ دیکھو تو کیا خاص بات ہے۔

حکم صاحب۔ گر یہ کیا لکھا ہے کہ میرے شوہر اگلے کوئی اولاد وارث نہیں ہے۔ اور یہ چھوٹے
نواب کون ہیں۔

مہری۔ یہی تو کہتی ہوں۔ تمہیں آم کھانے سے مطلب ہے یا پیڑ گنتے سے۔ کچھ تو انھوں نے اس کی راہ
رکھی ہوگی۔ اتنا تو مجھے معلوم ہے کہ جب سے چھوٹے نواب شراب پینے لگے ہیں بیگم کو ان سے نفرت ہو گئی اب
وہ اپنا الگ گھر کرتی ہیں۔ چھوٹے نواب کو ایک کوڑی تو دیں گی نہیں۔ اور کیوں دیں جائداد کل انکی
نہ۔ چھوٹے نواب کے باپ کی نہیں ہے۔

حکیم صاحب۔ ہاں تو اب مجھے میں آیا۔

مہری۔ اچھا تو بس کاغذ پر دستکھت (دستخط) کر دو جلدی کرو۔

مہری حکیم صاحب کے ساتھ آج اس بے تکلفی سے باتیں کر رہی ہے کہ حفظ مراتب کا بھی کچھ لحاظ نہیں ہے مگر حکیم صاحب خوش ہیں۔ آج تمام منصوبے پورے ہو گئے۔ اب کیا ہے۔ نکاح ہوا جاتا ہے۔ دم بھر کے لئے حفظ مراتب کا لحاظ نہ سہی۔ مہری اس وقت اگر گالیاں بھی دے تو زیبا ہے۔ اتنا بڑا کام کیا۔ سونے کی چڑیا پھنسا دی۔ بیگم صاحب کو نکاح پر راضی کر دیا ابھی پرسوں تک کی گفتگو میں یہ معاملہ اہم طے نہ ہوا تھا آج طے ہو گیا۔ بیگم صاحب کا مہری کاغذ ہاتھ میں ہے۔ اس سے بڑھ کے اور کیا ثبوت ہو گا۔

حکیم صاحب۔ یہ تو سچ ہے مگر شرطیں بہت ہی سخت ہیں۔

مہری۔ سخت ہیں تو جانے دو یہ جانے دو اس بیخوشی سے کہ عالم خیال میں تمام منصوبے حکیم صاحب کے خاک میں مل گئے۔

حکیم صاحب۔ نہیں جانے کیوں دو۔ بیگم صاحب کو کھٹاؤ۔

مہری۔ اب میرے بھائی نہیں بھائی جاتیں بروقت آپ خود بچھالیجے گا۔

حکیم صاحب۔ (مسکرا کے) اچھا خیر۔ خاطر ہے۔

مہری۔ میری خاطر کیوں ہے۔ اپنی جروا کی خاطر ہے۔

اے لو خدا کی قدرت کہاں حکیم صاحب اور کہاں بیگم صاحب اور کہاں یہ لفظ ”جروا“ بیگم صاحب

جن کی سرکار میں آج بھی حکیم صاحب کے ایسے کئی نفرے بڑے ہیں۔ حکم صاحب کی جروا بنی جاتی ہیں۔ پھر حکیم صاحب کیوں خوش نہ ہوں۔

حکیم صاحب۔ اور پچیس ہزار کامہر۔ اور جب تک ادا نہ ہو۔ میری کل جائیداد کفول رہے یہ سونہ

کس نے لکھا ہے۔ بڑا قانونی معلوم ہوتا ہے

مہری۔ لکھا کس نے ہے۔ کیا خط نہیں پہچانتے ہو۔ ماشاء اللہ سے اُن ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے

حکیم صاحب۔ اور یہ کیا شرط لکھی ہے کہ بروقت نکاح دو ہزار روپیہ نقد بطور مہر محل ادا کیا جائے یہ

یہ تو مشکل ہے۔

مہری۔ میں کیا جانوں لکھا ہوگا۔ اور جو لکھا ہے کرنا پڑے گا۔ شکل ہو چاہے سچ ہو۔

حکیم صاحب۔ کیا زبردستیاں ہیں۔ کرنا پڑے گا۔

مہری۔ نہیں توئی سونے کی چڑیا کو پھنسانا کیا کچ (سہل) ہے۔

حکیم صاحب۔ اور یہ نکاح ہوگا کب۔ جب مرشد آباد سے ہو کے آئیں گی۔

مہری۔ مرشد آباد کون جاتا ہے۔

حکیم صاحب۔ بیگم۔

مہری۔ پھر تم سے نکاح کون کرے گا۔ جو کو تو نکاح ہوگا۔

حکیم صاحب۔ اور مہری سے تو یہ کھل مل کے باتیں ہو رہی تھیں۔ اور نبی بخش پیر کے عالم میں بیٹھے

تھے۔ مہری کے اس فقرے نے انھیں پرکھ دیا۔ جو کو تو آپ کے ساتھ نکاح ہوگا۔

نبی بخش۔ (حکیم صاحب سے) کہیں جو کو نکاح نہ کیجئے گا دیکھو لگے دیتا ہوں۔

حکیم صاحب۔ کیوں؟

نبی بخش۔ بس کہہ دیا۔ ایک آدھ بات میری مان لیا کیجئے بوڑھا آدمی ہوں۔ یہ بال کچھ

دھوپ میں تو سفید کئے نہیں ہیں۔

حکیم صاحب۔ آخر کچھ دہر بھی۔

نبی بخش۔ (مہری سے) لے دیکھتی ہو۔ ذرا سی بات کہی میاں نہیں مانتے جو کو نکاح نہ کیجئے گا۔

مہری۔ اکھر کوئی سبب بھی؟

نبی بخش۔ اور جو سبب نہ کہنے کا ہو۔

مہری۔ کچھ تو کہو۔

نبی بخش۔ اچھا جانے دو۔ میں نے تو ایک بات کہہ دی۔ اب چاہے کوئی مانے یا نہ مانے

حکیم صاحب۔ یہی تو پوچھتے ہیں کہ کیوں؟

نہی بخش۔ غرض تو کیا۔ جھوٹ کو نہ کیجئے گا۔ اور دن نہیں ہیں کیا۔

حکیم صاحب۔ آخر کوئی وجہ بھی بتاؤ گے۔

نہی بخش۔ اور جو وجہ نہ بتالے گی ہو۔

مہری۔ وجہ تو بتانا پڑے گی۔

نہی بخش۔ نہیں بتاتے۔ کوئی زبردستی ہے۔

حکیم صاحب۔ (کسی قدر برہم ہو کے) بتاتے کیوں نہیں۔ کیا وجہ؟

نہی بخش۔ بس یہی وجہ ہے۔ نہ کیجئے گا؟

حکیم صاحب۔ لاجول والا قوت۔

مہری۔ بڑھاپہ کچھ سٹھیا گیا ہے۔ بتانا کیوں نہیں۔

کہاں تو حکیم صاحب اور مہری میں دوسرے دوسرے کی باتیں ہو رہی تھیں۔ کہاں میاں نہی بخش نے

عین ہتھ پر ٹوک دیا یہ اردو نوں کو ناگوار نکھارو نوں بگڑا بگڑا کے پوچھتے تھے اور میاں نہی بخش اپنی

کہے جاتے تھے۔ اور خود بھی بگڑتے تھے آخر بڑی حجت دیکھ کر کے ہر یہ راز کھلا کر مثل مشہور ہے جھوٹ

کو نکاح۔ ہفتہ کو طلاق ہے جب یہ راز کھلا ہے تو حکیم صاحب اور مہری دونوں خوب قہقہہ مار کے ہنستے۔

نہی بخش۔ (ذرا کھسیانے ہو کے) میں سچ کہتا ہوں نہی کی بات نہیں۔ اگلے آدمی جو کہہ لگے ہیں اس

کو پتھر کی ٹکڑی بھٹانا چاہئے۔

حکیم صاحب۔ بے بس بس۔ اپنی نصیحت گری رہنے دیجئے۔

نہی بخش۔ میری مجال ہے۔ آپ کو نصیحت کروں۔ ایک بات سنی تھی۔ کہہ دی۔ اپنے نزدیک

تو اچھی بات کہی۔ اب آپ اُسے مانتے نہیں یہاں ہزاروں دفعہ کی آزمائش ہوئی ہے۔

حکیم صاحب۔ تو کوئی ہزار نکاح آپ نے جھوٹ کو ہوتے دیکھے ہوں گے۔ اور سب میں طلاق ہو گیا۔

نہی بخش۔ اب آپ سے حجت کون کرے۔ اس کے بعد پھر میاں نہی بخش اپنی دھیلے کی افیون کے

مڑے لینے لگے۔

حکیم صاحب اور مہری میں سلسلہ کلام شروع ہوا۔

حکیم صاحب۔ (مہری سے) یہ تو کہو۔ بیگم مرشد آباد نہ جائیں گی۔

مہری۔ کیسی نادانوں کی باتیں کرتے ہو۔

حکیم صاحب۔ توصاف کہو۔

مہری۔ ریل کے اسٹیشن تک سب کے دکھانے کو جائیں گی۔ ریل میں سوار ہوں گی۔ بارہ بنکی سے

اُتر پڑیں گی۔ تمھارے ساتھ سوار ہو کے چلی آئیں گی۔

حکیم صاحب۔ آہا۔ یہ یہ بد بیز ہیں۔ تو کہتی کیوں نہیں!۔

مہری۔ کہیں کس سے۔ تم تو اقرار نامے میں جیل جھٹ نکالتے ہو۔

حکیم صاحب۔ تو بارہ بنکی تک مجھے بھی جانا ہوگا۔

مہری۔ آپ ہی جاؤ گے اپنی غرض کو۔

حکیم صاحب۔ اور بارہ بنکی سے آنے کے بعد نکاح ہو جائے گا۔

مہری۔ ہاں۔ ہاں۔ کیونکر کہوں ...

حکیم صاحب۔ اور یہ کاغذ کب ہوگا۔

مہری۔ یہ کاغذ آج ہوگا۔ اور کہا ہے کہ اس کاغذ کو پھیرتی لانا۔ جب تم رجسٹری کرانے کے بھیجے گے تو اس

سے طاق ہوگا۔ دیکھو کوئی بول رہا نہ جائے نہ ادھر کا ادھر ہوئے پائے۔ نہیں تو میں نہیں جانتی۔ وہ

بیگم میں اپنے ضد کی۔ ذرا سی بات پر تو انھوں نے اولاد سی شے کو چھوڑ دیا۔

حکیم صاحب۔ ہاں تو کہو۔ یہ بیٹے سے بزار کیوں ہو گئیں۔

مہری۔ بس اسی بات پر تو مجھے گُسر (غصہ) آتا ہے۔ یہ سب تمھارے لمبے بولے ہوئے ہیں۔

حکیم صاحب۔ میرے کیا بس بولے ہوئے ہیں۔

مہری۔ تم نے جادو کیا۔ اور ایسا جادو کیا کہ بیوی تمھارا کلمہ پڑھنے لگیں۔ ارے تم غضب کے آدمی ہو

حکیم صاحب۔ (ہنس کے جیسے انھوں نے ضرور جادو کیا۔ اور اُسی کا یہ اثر تھا) بھلا میں کیا جانوں